سفرِ بصرہ (عراق)............مفتیٔ اعظم بصرہ کی خدمت میں

اور......جب میرا ویزا ختم ہو گیا......امام حسن بصری وابن سیرین کی درگاہ پر

حضرت شیخ احمد الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف سے واپسی ہوئی......سفر کا حال درگاہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر موجود بابا فقیر صاحب سے ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ اب میری وطن مالوف واپسی کی تاریخ بھی قریب آ گئی ہے اور مجھے دو ایک روز میں روانہ ہونا ہے تو......
تو فرمانے لگے بھئی میلاد شریف کے دن قریب آ رہے ہیں اس بار آپ میلاد شریف یہاں مناؤ لوگ دور دراز سے میلاد شریف کے لئے بغداد شریف آتے ہیں اور تم واپس جا رہے ہو......یہ ٹھیک نہیں......میں نے عرض کی کہ میرا ویزا ختم ہو رہا ہے......کہا تو بڑھوا لو......میں نے پوچھا کیسے اور کہاں سے بڑھے گا، کہا امیگریشن آفس جاؤ یا وزارتِ داخلہ کے اقامہ آفس جاؤ وہ بڑھا دیں گے......چنانچہ (۹ نومبر ۱۹۸۶ء) حضرت غوث الثقلین کی بارگاہ میں عرض کر کے چل دیا......دس بجے سے اقامہ آفس میں جا کر بیٹھا ہوں مگر یہ لوگ میلاد شریف تک بغداد شریف میں رکنے کی اجازت نہیں دے رہے جبکہ میں حضور غوث اعظم کی بارگاہ میں عرض کر کے آیا ہوں اور حضرتِ شیخ کے قول "بلاد الله ملكي تحت حكمي" پر میرا یقین ہے اس لئے میں بھی ڈٹا ہوا ہوں کہ اقامہ لے کر ہی جاؤں گا......ادھر اقامہ آفس کے مدیر (ڈائیریکٹر) کے علاوہ باقی عملہ میری حمایت کر رہا ہے......
بمشکل تمام ڈائیریکٹر صاحب نے اندر بلایا اور کہا کہ کیوں مزید رہنا چاہتے ہو، میں نے کہا کہ ۱۲ ربیع الاول آ رہی ہے میں مولد النبی کی تقریبات میں شرکت کے لئے رکنا چاہتا ہوں......اس نے کہا سو دینا روز کے حساب سے اضافی دن ٹھہرنے کا جرمانہ دینا ہوگا، میں نے بے ساختہ کہا......واللہ نعمۃ......اگر سو دینار روز دے کر چند روز مزید حضرت غوث اعظم کی نگری میں ٹھہرنے کا موقع مل جائے تو اس سے بڑی نعمت اس وقت اور کوئی نہیں......میرے اس جملے پر وہ بہت حیران ہوا......اور پھر پاسپورٹ مجھ سے لے کر مجھے باہر بیٹھنے کو کہا......دس پندرہ منٹ گزرے ہوں گے کہ اس نے ڈیڑھ بجے کے قریب پھر اندر دفتر میں بلایا اور کہا جاؤ ۱۵ تاریخ کی سیٹ ok کروا کر لاؤ پھر اقامہ لگا دیں گے۔ چنانچہ میں فوراً ائرلائن کے آفس گیا اور سیٹ بک کرا لی واپس آ کر پاسپورٹ اور ٹکٹ پیش

☆ یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا ☆ (فقہی ضابطہ)

کیا اور اس طرح ۵ بجے مجھے مزید ۴ اون کا اقامہ مل گیا۔ اور کوئی فیس یا جرمانہ بھی انہوں لیا..... والحمد للہ علی ذلک..... لطف کی بات یہ کہ وہ عراقی آفیسر پاسپورٹ مجھے واپس کرتے کہنے لگا..... انا ایضا مرید الشیخ عبدالقادر الجیلانی' ولکن لا تقل لاحد..... (میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مرید ہوں مگر تم کسی کو میری یہ بات نہ بتانا) مغرب کی نماز علاوی گ کی مسجد میں جا کر ادا کی تا کہ وھاں سے بصرہ جانے والی ریل گاڑی کا وقت معلوم کرسکوں۔ عشا نماز حضور غوث اعظم کی درگاہ میں پڑھی۔ مزید چند روز بغداد شریف میں ٹھہر جانے کی اجازت د۔ پر شکریہ ادا کیا۔ اور تھوڑی دیر رکنے کے بعد بغداد شریف ریلوے اسٹیشن پہنچا ارادہ بصرہ جانے کا ہے۔

ریلوے اسٹیشن سے ۷ دینار میں بصرہ (معقل) کا فرسٹ کلاس کا ٹکٹ خریدا۔ اور یہ سطور ٹرین میں بیٹھ کر تحریر کررہا ہوں۔ میرے ڈبے کا نمبر ۲۹۴ اور کمرہ نمبر ۶ ہے۔

(۱۰ نومبر ۱۹۸۶ بروز پیر)۔ فجر کی نماز بغداد شریف سے بصرہ جانے والی ریل گاڑی میں ادا کی۔ ۸ بجے ریل گاڑی بصرہ کے ایک اسٹیشن شعیبہ پر آ کر رکی۔ دراصل اسے معقل کے ریلوے اسٹیشن پر رکنا تھا مگر جنگ کے خطرات کے پیش نظر اسے ایک دو اسٹیشن قبل ہی روک کر مسافروں کو اتار دیا گیا۔ شعیبہ ایک چھوٹا سا اسٹیشن ہے۔ پلیٹ فارم سے مخالف سمت میں چندو یگنوں منی بسوں والے مختلف علاقوں کو جانے کی آوازیں لگا رہے تھے انہی آوازوں کی سمت سبھی مسافروں کی دوڑ تھی۔ ریل گاڑی ہی میں ایک عراقی مسافر نے بتایا تھا کہ اسٹیشن ہی سے آپ کو حضرت زبیرؓ کے مزار پر جانے کی گاڑی (کوچ یا بس) مل جائے گی۔ مگر اسٹیشن سے بصرہ تک جانے والی منی بس ملی جس نے بصرہ شہر کے عشار بس اسٹینڈ (عشار گیراج) میں اتارا۔ یہاں سے حضرت زبیرؓ کے روضے کو جانے والی منی بس میں سوار ہوا۔ بس اسٹینڈ سے معلوم ہوا کہ جہاں حضرت زبیر، حضرت حسن بصری وحضرت محمد ابن سیرین کے مزارات ہیں وہ جگہ اب ''زبیر'' ہی کہلاتی ہے۔ زبیر ایک قصبہ ہے جس میں کئی مساجد ہیں۔ زبیر نامی قصبہ میں اتر کر ایک شخص سے دریافت کیا کہ حضرت زبیر کا مزار کہاں ہے تو اس شخص نے نفی میں غصے سے سر ہلایا اس کے لباس اور عمامے سے پتہ چلتا تھا کہ یہ اہل تشیع میں سے ہے۔ پھر ایک اور سے پوچھا مگر وہ بھی ویسا ہی نکلا اور رہنمائی کرنے سے انکار کیا پھر مجھے خیال ہوا کہ حضرت زبیر چونکہ جنگ جمل میں شریک تھے اور اسی میں شہید ہوئے اس لئے اہل تشیع کے دل میں ان کے لئے کچھ .... ہے۔ تھوڑی دیر چل کر ایک دکان میں ایک پوری داڑھی والے شخص پر نظر پڑی اس

سے دریافت کیا (یہ سنی تھا) اس نے کمال محبت سے رہنمائی کی اور بتایا کہ آپ وھاں سے ہو آؤ پھر آپ کو حضرت حسن بصری اور حضرت طلحہ کے مزارات کی راہ بھی بتاؤں گا۔ چنانچہ میں اس کے بتائے ہوئے راستے پر ایک گلی میں چل دیا۔ گلی کے اختتام پر ایک مسجد ہے اور اسی مسجد کے اندر دائیں کونے میں ایک کمرے کے اندر عشرہ مبشرہ میں سے ایک مبشر بالجنہ صحابی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا مزار اقدس ہے۔ مسجد کا دروازہ بند تھا اور لوگوں نے بتایا کہ ظہر کی نماز کے وقت کھلے گا جبکہ ظہر کی نماز میں ابھی تین گھنٹے باقی تھے اور مجھے دیگر مقامات پر بھی جانا تھا۔ کچھ دیر توقف کے بعد کلید بردار کے بارے میں دریافت کیا تو ایک صاحب نے بتایا کہ وہ اندر مسجد کے احاطے ہی میں ہوں گے۔ میں نے حضرت شیخ کا تصور کر کے دروازہ کھٹکھٹادیا اور چند سیکنڈوں میں ایک ادھیڑ عمر شخص نے اندر سے دروازہ کھولا اور مجھے اندر داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ مسجد کے وضوخانے میں وضو کیا اور پھر ایک دوسرے عرب صاحب نے مزار مبارک والا حجرہ کھولا اس حجرے پر سبز گنبد ہے اور اندر مرقد شریف۔ گنبد کا منظر بہت ہی خوبصورت ہے۔ تسلیمات عرض کیے فاتحہ خوانی کی۔ حضرت زبیر کا مزار بھی یہاں کے رواج کے مطابق ایک جالی کے اندر ہے اور جالی لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔ حضرت زبیر ابن عوامؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ آپ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے داماد۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق کے شوہر نامدار۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر کے والد اور نبی اکرم ﷺ کے ہم زلف ہیں۔ کہ حضرت صدیقؓ کی دوسری صاحبزادی حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا زوجہٗ رسول ہیں۔ افسوس ہے لوگ اتنی بڑی قرابت کے باوجود ان سے بغض وعناد رکھتے ہیں۔ آپ تاریخ ساز شخصیت کے مالک ہیں۔ حضور سے قرابت داری بھی کئی لحاظ اور کئی جہتوں سے ہے (ایک طرف تو حضرت زبیر کی والدہ محترمہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی پھوپھی جان ہیں...... اور دوسری طرف یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھتیجے ہیں...... ہجرت سے ۲۸ برس قبل ولادت ہوئی...... سولہ برس کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے...... اللہ نے بڑی استقامت عطا کی تھی' چچا اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے سختی کرتا تھا، اور چٹاء میں لپیٹ لپیٹ کر مارتا تھا مگر زبیر یہی کہتے تھے کہ اب کچھ بھی کرو میں کافر ہونے سے تو رہا...... مظالم سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کی' پھر واپس مکہ آ کر حضور ﷺ کے مدینہ طیبہ جانے پر انہوں نے بھی مدینہ کی راہ لی مکہ میں حضرت طلحہؓ سے حضور ﷺ نے ان کی مواخات قائم فرمائی تھی...... مدینہ منورہ میں حضور ﷺ نے حضرت سلمہ بن سلامہؓ سے بھائی چارہ قائم فرمادیا، غزوات میں

☆ لاثواب الا بالنية ☆ (فقہی ضابطہ)

ممتاز حیثیت سے شریک رہے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تنہا انہوں نے تدفین کا انتظام کیا...... ان کے دو بیٹے اسلام کے نامور مجاہد اور خادم ہیں......ایک تو عروہ بن زبیر جو مغازی یا سیرت رسول کے سب سے پہلے مصنف مانے جاتے ہیں، دوسرے عبداللہ بن زبیر جو مکہ میں فتنہ یزیدیت کے ایام میں جام شہادت نوش کرتے ہیں ...... حضرت زبیر جنگ جمل کے واقعہ سے دل گرفتہ ہوکر بصرہ سے مدینہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے مگر ایک شقی القلب (ابن جرموز) کے دھوکہ میں آ کر راستے میں بے یارومددگار حالت نماز میں شہید ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی شہادت کی خبر لانے والے قاتل نے ان کی تلوار فخر سے حضرت علی کو پیش کرتے ہوئے اپنا کارنامہ بیان کیا تو جنابِ شیر خدا نے فرمایا:......ابن صفیہ کے قاتل تجھے بشارت ہو کہ جہنم تیری منتظر ہے۔

حضرت زبیرؓ کے مزار پر حاضری سے فارغ ہوکر خدام مزار کو کچھ ہدیہ پیش کرنے کے بعد حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کی سمت چلا۔حضرت حسن بصری...... آپ کا مزار شریف اسی زبیر نامی قصبہ کے بڑے قبرستان میں ہے۔یہ قبرستان معقل ریلوے اسٹیشن سے قریب اور ریلوے لائنوں سے تھوڑے ہی فاصلے پر ہے۔قبرستان کے صدر دروازے سے داخل ہوں تو سیدھی سڑک حضرت کے روضے ہی پر جاکر ختم ہوتی ہے۔آپ کا مزار ایک مینار نما گنبد کے اندر ہے۔حضرت حسن بصریؒ ۱۲ ہجری میں پیدا ہوئے یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا......

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے والدین نے غلامی میں زندگی کا ایک بڑا حصہ گزارا مگر اس غلامی پر سو آزادیاں قربان، ان کی والدہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ (لونڈی) تھیں......اس لئے انہیں حرم رسول ﷺ کی شفقتیں اور تربیت میسر آئی...... اس غلامی کی برکت سے انہیں رضاعتِ زوجہ رسول و ام المؤمنین میسر آئی...... ہوا یوں کہ جب کبھی ان کی والدہ گھر کے کام کاج میں مصروف ہوتیں اور یہ بھوکے سے رونے لگتے تو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا ازراہ محبت و شفقت انہیں اپنی گود میں لے کر اپنا دودھ چوسنے کو دے دیتیں اور یہ بہل جاتے...... یوں انہیں خاندان رسالت سے رضاعت کی دولت میسر ہوئی اس رضاعت میں نہ جانے کیا کچھ خیر و برکت منتقل ہوئی کہ وقت کے جید عالم، عظیم صوفی و باکمال زاہد مشہور ہوئے......حضرت عثمان غنی کے عہد خلافت تک ان کی عمر تیرہ چودہ سال تھی اور یہ گھر کے بچوں کی طرح آزادانہ حضور کے دیگر گھروں میں ازواج مطہرات کے ہاں آتے جاتے تھے......سبحان اللہ کیا شان تھی...... اکابر صحابہ سے علمی

استفادہ کا موقع ملا تھا...... فقہ النساء ازواج مطہرات سے براہ راست پائی تھی...... مگر غلبہ تصوف کا رہا...... امام باقرؒ فرماتے تھے ان کی باتیں انبیاء کے مشابہ ہیں...... امام شعبی کا کہنا ہے کہ عراق میں ان سے افضل کوئی عالم نہیں...... امام مالک فرماتے، حسن بصری سے مسائل سیکھا کرو...... مفتی فقہ کے امام اور بصرہ کے اعظم تھے، نہایت عمدہ اور نفیس لباس زیب تن فرماتے تھے، وجیہ تھے، جمیل تھے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خلق خدا کے ہاں خلیق و کریم مشہور تھے۔ ۱۱۲ ہجری میں وصال ہوا...... رب کریم تیرا کتنا کرم ہے اور احسان بھی کہ مجھ جیسا ایک عام انسان اور فقیر منش طالب علم، علم کے ایک عظیم محافظ و مجاہد کے دربار میں حاضر ہے...... انبیاء وعلماء کرام کی سرزمین عراق میں میرا آنا حیرت انگیز ہے، مجھ میں نہ کوئی خوبی ہے نہ علم ہے، نہ تفقہ ہے، نہ تصوف ہے، نہ تزہد ہے، مگر مولی کریم تیرا کرم محض ہے کہ میں تیرے ان عظیم بندوں، اسلام کے عظیم رہنماؤں، علم کی تابندہ کہکشاؤں، اور روحانیت کے دریاؤں اور سمندروں کے پاس سے گزر رہا ہوں۔ زیارات تو اور بھی کیں، مقامات تو اور بھی دیکھے مگر حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری پر آج نہ جانے کیوں رشک آ رہا ہے............

آپ کے قدموں کی طرف حضرت محمد ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کی مرقد مبارک ہے۔ محمد ابن سیرین معروف عالم اور تعبیر الرویاء میں شہرتِ خاص رکھنے والے بزرگ گزرے ہیں...... خوابوں کی تعبیر بتانے میں ان کا ثانی نہیں گزرا...... ابن خلکان نے حضرت عبداللہ ابن مبارک سے روایت نقل کی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ انہوں نے حضور کی قبر مبارک کو کھود ڈالا ہے اور آپ کی ہڈیوں کو جمع کر رہے ہیں، بیدار ہوئے تو نہایت پریشان کہ یہ کیسا عجیب خواب دیکھ لیا...... پھر جب ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی تعبیر دریافت کی تو انہوں نے فرمایا: یہ خواب دیکھنے والا علم کی خدمت و اشاعت اس طریقہ سے کرے گا کہ اس سے قبل کوئی بھی اس مقام تک نہیں پہنچا ہوگا...... پھر فرمایا یہ خواب ابوحنیفہ نے دیکھا ہوگا...... امام ابوحنیفہ نے عرض کی میں ہی ابوحنیفہ ہوں، ابن سیرین نے فرمایا تو پھر اپنی پشت اور اپنا بایاں پہلو دکھاؤ، آپ نے پشت اور پہلو پر تل کے نشان دیکھ کر تصدیق کی کہ ہاں تمہی ابوحنیفہ ہو اور تمہارے خواب سے مراد علم کا زندہ کرنا اور جمع کرنا ہے۔

یہاں بھی مزار شریف کے حجرے کو تالا لگا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر انتظار کیا تو قبروں میں سے ایک شخص برآمد ہوا جس نے نشاندہی کی کہ کلید بردار قبرستان ہی میں کسی قبر پر کچھ کام کر رہا ہے تھوڑی

☆ ثواب کا دارومدار نیت پر ہے ☆

دیر میں آ جائے گا۔ میں وہاں ٹھہر گیا اور چند منٹ بعد کلید بردار عرب صاحب نے دروازہ کھولا زیارت کی۔ اور پھر قصبہ زبیر سے منی بس میں بیٹھ کر حضرت طلحہؓ کے مزار شریف کی زیارت کو چل دیا۔ حضرت طلحہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور...... آپ کا مزار زبیر نامی قصبہ سے بصرہ جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ زبیر قصبہ سے نکل کر کوئی پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک جگہ ہے جہاں دو تین سڑکیں آپس میں ملتی ہیں اس جگہ کو ''تقاطع صفوان'' کہتے ہیں۔ کیونکہ یہاں سے ایک سڑک صفوان کو۔ ایک بصرہ کو ایک شعیبہ کو اور ایک زبیر کو جاتی ہے۔ اس جنکشن کا نام تقاطع صفوان ہے۔ یہاں اتر کر جنوب کی طرف دیکھیں تو ایک گنبد نظر پڑتا ہے بس اسی گنبد کے پاس ہی حضرت طلحہ کا روضہ ہے بڑا گنبد نو تعمیر شدہ مسجد کا ہے جبکہ پاس ہی ایک چھوٹے گنبد میں حضرت طلحہؓ کی قبر انور ہے۔ یہاں بھی دروازہ مقفل تھا مگر حسن اتفاق سے مجاور بھی موجود تھا ورنہ اس صحرا میں مجاور کو تلاش کرنا مشکل ہوتا۔ اس نے دربار شریف کا دروازہ کھولا۔ فاتحہ خوانی وتسلیمات کے بعد مجاور کو چند دینار دیئے اور وہاں سے پھر منی بس میں بیٹھ کر بصرہ کو چل دیا۔ بصرہ آ کر اس جگہ کے بارے میں دریافت کیا جہاں دجلہ وفرات کا سنگم ہے اور دونوں آپس میں ملتے ہیں سنا تھا کہ اس جگہ ایک درخت بھی ہے جسے ''شجرۃ آدم،، کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس جگہ کا صحیح نام القرنہ qurna ہے۔ قرنہ جانے والی منی بسیں کہاں سے ملتی ہیں یہ جگہ شط العرب کے پاس ہے۔ چنانچہ قرنہ جانے والی ویگن میں بیٹھ کر قرنہ کی طرف روانگی ہوئی۔ قرنہ ایک اچھا خاصا شہر نما قصبہ ہے اور شط العرب کے پاس دجلہ وفرات کے سنگم پر آباد ہے۔ آبادی قدیم اور مکان کافی ہیں۔ یہ بصرہ سے ایک گھنٹے کا سفر ہے اور بصرہ سے بغداد و ناصریہ جانے والی سڑک پر آتا ہے۔ بصرہ سے قرنہ تک سڑک کے دونوں اطراف فوج ہی فوج کے کیمپ نظر آتے ہیں۔ یہ علاقہ ایرانی بارڈر سے قریب ہے اور شط العرب کی وجہ سے ایرانیوں کے حملے زیادہ تر اس علاقے پر ہوتے ہیں۔ ہر طرف توپیں ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں مستعد نظر آ رہی ہیں لیکن عوام معمول کے مطابق اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ عام ٹریفک چل رہا ہے البتہ فوجی ٹرک اس روڈ پر زیادہ نظر آ رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ واقعی میدان جنگ میں داخل ہو گیا ہوں۔ چپے چپے پر توپیں بلند ٹیلوں پر نصب ہیں۔ ایک جگہ تو میزائیل بھی نظر آئے۔ قرنہ پہنچ کر شجرۃ آدم کے مقام کے بارے میں دریافت کیا ہر شخص جانتا ہے کہ یہ کہاں ہے اور ہر بچہ آنے والے وزیٹر کو دیکھ کر پوچھتا ہے ''شجرۃ آدم''؟ پاکستانی لباس دیکھ کر یہاں کے بچے بڑے بھی سمجھ جاتے ہیں کہ یہ شخص یہاں شجرۃ آدم دیکھنے ہی آیا ہوگا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ اس علاقے

میں آنے والے سیاح زیادہ تر پاکستانی یا ہندوستانی ہوتے ہیں۔ ایک لڑکے نے ہمدردی کی اور رہنمائی کے لئے ساتھ ہولیا مگر جب دریائے دجلہ کے دہانے کے قریب پہنچے تو آگے ایک ٹینک کھڑا تھا اور چند فوجی جوان ٹینک کے پاس ہی ایک مورچے میں موجود تھے لڑکے نے ان سے آگے جانے کی اجازت طلب کی مگر انہوں نے منع کر دیا۔ واپس پلٹ کر ایک اور صاحب سے کوئی دوسرا راستہ وہاں تک جانے کا دریافت کیا انہوں نے ایک اور گلی سے جانے کی ہدایت کی اس گلی کے آخر میں پہنچا تو اس طرف دریائے فرات کا دہانہ تھا اور فرات کے کنارے گلی کے اختتام پر ایک توپ نصب تھی اور چند فوجی جوان ایک جھونپڑی میں موجود تھے انہوں نے نشاندہی کی اور میں فرات و دجلہ کے سنگم کی طرف چل دیا۔ ۲ سو گز کے فاصلے پر ایک گلی کے کونے پر ایک فوجی لڑکا ہاتھ میں ریفل لئے کھڑا تھا بڑے اخلاق سے پیش آیا اس کی ڈیوٹی اسی مورچے پر تھی جو شجرۃ آدم کے نیچے بنایا گیا تھا۔ اس نے وہ جگہ دکھائی جہاں فرات و دجلہ کا پانی ایک دوسرے سے بغلگیر ہو رہے ہیں اور شجرۂ آدم بھی دکھایا۔ یہ درخت جسے شجرۃ آدم کہا جاتا ہے۔ غالباً بیری کا ایک خشک درخت ہے اس کی بلندی کافی ہے اور تنا بھی موٹا ہے۔ اس کے آس پاس اور بہت سے چھوٹے چھوٹے درخت موجود ہیں۔ یہاں ایک خاصی بڑی محراب نما جگہ ہے جس میں ایک کتبہ عربی میں اور ایک انگلش میں (وزارت ثقافت وقومی ورثہ کی طرف سے) سرکاری طور پر نصب ہے جس پر لکھا ہے کہ دو ہزار قبل مسیح بعض لوگ بتاتے ہیں کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰ و خضر کی ملاقات ہوئی تھی۔ واللہ اعلم (اصحاب تفاسیر اس قول کی حمایت نہیں کرتے بلکہ اسے کوئی دوسری جگہ بتاتے ہیں) ظہر کی نماز اہل تشیع کی مسجد میں ادا کی اور پھر قرنہ سے بصرہ کے لئے ویگن پر سوار ہو کر بصرہ آیا۔ بصرہ سے ریلوے اسٹیشن جانے والی ویگن پر بیٹھا مجھے شعیبہ ریلوے سٹیشن جانا تھا جہاں سے ٹرین چلتی ہے مگر اس ویگن میں چند فوجی بھی بصرہ سے سوار ہوئے تھے جو ڈرائیور کو شعیبہ کی بجائے زبردستی طوبہ ریلوے اسٹیشن لے گئے جو ایک معمولی سا ریلوے اسٹیشن ہے اور لق ودق صحرا میں واقع ہے ان فوجیوں کی ڈیوٹی ریلوے لائن اور طوبہ ریلوے اسٹیشن کی حفاظت کی تھی۔ (فوجیوں کے اس طرز عمل سے یہاں یہ بات بھی نوٹ کی کہ فوج ہر جگہ ایک جیسی ہی ہوتی ہے اور نظام بھی ہر جگہ ایک جیسا ہی ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس) ۵ بجے شام طوبہ ریلوے اسٹیشن پہنچے تو اسٹیشن ماسٹر نے بتایا کہ وہ ٹکٹ جاری کرنے کا مجاز نہیں بلکہ ٹکٹ تو شعیبہ سے جاری ہوتا ہے مگر اس وقت اس صحرا میں کوئی بس، ویگن یا ٹیکسی بھی نہیں تھی جو مجھے شعیبہ لے کر جاتی اسٹیشن پر قریباً ایک سو

فوجی جوان گاڑی کے انتظار میں تھےان سب کے پاس سرکاری پاس تھے اور یہ لوگ بارڈر سے اپنے گھروں کو ایک ہفتہ کی تعطیلات گزارنے جارہے تھے۔ان فوجی جوانوں میں سے ایک کاظم نامی فوجی نے میری مدد کی اور اسٹیشن ماسٹر سے کہا کہ وہ کسی بھی طرح مجھے ٹرین پرسوار کرے۔اسٹیشن ماسٹر نے شعیبہ ریلوے اسٹیشن کوفون کیااور بتایا کہ ایک پاکستانی یہاں پہنچا ہے اورٹرین میں سوار ہونا چاہتا ہے جبکہ نہ تواس کے پاس ٹکٹ ہے اور نہ ہی اسے ٹکٹ یہاں سے issue کیا جاسکتا ہے۔شعیبہ ریلوے اسٹیشن نے اسے ہدایت کی کہ ایک ریلوے انجن شعیبہ سے طوبہ کی طرف آرہا ہے اور یہ طوبہ سے آگے الرمیلہ al.ramaila جائے گا۔الرمیلہ ریلوے اسٹیشن سے یہ ٹکٹ حاصل کرسکتا ہے۔(میں سوچ میں پڑ گیا یہ کیسے ہمدرد لوگ ہیں ......کیا ہمارے ہاں بھی اس قسم کی ہمدردی یا فیور کسی مسافر کو کسی اسٹیشن ماسٹر سے مل سکتی ہے ؟)انجن آنے میں کچھ دیر باقی تھی۔کاظم نامی فوجی جوان نے جوغوث اعظم سے عقیدت رکھنے والا تھا۔ایک اورفوجی جوان کو تیار کیا کہ وہ انجن پرسوار ہوکر رمیلہ جائے اورٹکٹ خرید کر وھاں ہمارا انتظار کرے ہم ٹرین سے آئیں گے اور وھاں سے اس سے ٹکٹ لے لیں گے اس جوان کو بھی بغدادشریف جانا تھا۔چنانچہ انجن آ گیااور یہ نوجوان اس انجن سے اگلے اسٹیشن al.ramaila چلا گیا۔کاظم نے ریلوے اسٹیشن پر متعین فوجی گارڈ سے چائے کا ایک گرم گرم فنجان (کپ) بھی مجھے لاکر پلایا کیونکہ سخت ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اورمیرے پاس کوٹ کمبل کچھ نہ تھا۔ ۶ بجے (شام) ٹرین آئی اور میں کاظم کے ہمراہ سوار ہوا۔اگلے اسٹیشن پروہ جوان ٹکٹ لے کر ہمارے پاس آ گیا۔اوراسطرح میں نے بغدادشریف تک ان کے ہمراہ سفر کیا۔اب کی بارجس ٹرین سے سفر کیا اس میں فرسٹ کلاس سلیپر کے ڈبے نہیں تھے لہذا economy سیاحی کلاس میں جوعام درجہ کہلاتا ہے۔ میں نے سفر کیاعام درجے کا کرایہ بصرہ سے بغدادشریف تک ڈیڑھ دینار صرف (فاصلہ ۷۰۰ کلومیٹر) اورفرسٹ کلاس سلیپر سے ۷دینار ہے۔ٹرین ہی میں حضرت غوث اعظم سے عقیدت رکھنے والے ایک اورنوجوان ثامرعباس حسن سے ملاقات ہوئی یہ موصل کا رہنے والا تھااوراس کی ڈیوٹی بصرہ میں کسی فوجی مقام پرتھی۔یہ ٹرین میں فوجی وردی میں ملبوس حضرت غوث پاک کے سوانح پر مشتمل کتاب "قلائدالجواہر" کا مطالعہ کررہا تھا۔ان لوگوں کے ساتھ بغدادشریف تک بہت اچھا سفر گزرا۔

(جاری ہے۔)

☆من استعجل الشئی قبل اوانه عوقب مجرمانه ☆